ازعدالت عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 10اگست 2000

سٹیٹ آف کرناٹکا

بنام

دی رجسٹرار جنرل عدالت عالیہ کرناٹکا

[کے ٹی تھامس اور آر پی سیٹھی، جسٹس صاحبان]

فیصلہ- مقدمے سے باہر کے موضوعات سے نمٹنا-ہائی کورٹ نے مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 307 کے تحت موجودہ فوجداری قانون انتظامیہ اور خاص طور پر ریاست کے محکمہ پولیس کے خلاف بڑے پیمانے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک معاملے میں ملزمین کو بری کرنے کے خلاف اپیل کرنے سے انکار کرتے ہوئے ریاست کے ہوم سکریٹری اور وزیر داخلہ کو ہدایت دی کہ وہ فیصلے میں کئے گئے مشاہدات پر حکومت کے رد عمل سے آگاہ کریں-قرار دیا گیا، فیصلے اور احکامات مخصوص معاملات میں شامل حقائق اور قانونی نکات تک محدود رکھنا چاہئے-عدالت عالیہ کی طرف سے کئے گئے مشاہدات کیس کے حقائق پر بالکل غیر ضروری ہیں-داخلہ سیکرٹری اور وزیر داخلہ کو جاری کردہ ہدایات کو منسوخ کر دیا جاتا ہے۔نقطہ چینی۔

کرناٹکا عدالت عالیہ کی ایک ڈویژن بنچ نے دفعہ 307 مجموعہ تعزیرات بھارت کے تحت جرم سمیت جرائم کے مجرمانہ مقدمے میں ملزم کو بری کرنے کے خلاف اپیل کرنے سے انکار کرتے ہوئے مجرمانہ قانون انتظامیہ کے موجودہ نظام اور خاص طور پر ریاست کے محکمہ پولیس کے خلاف سخت تبصرے کیے۔عدالت عالیہ نے اپنے فیصلے میں جن موضوعات کا حوالہ دیا تھا وہ تھے(1) بے رحمی کے ساتھ کیے جانے والے قتل،(2)خواتین کے خلاف مظالم کے معاملات میں اضافہ،(3)نوجوان شادی شدہ خواتین کو ہراساں کرنا، بشمول "دلہن جلانا"، (4) لڑکیوں اور نوجوان خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور عصمت دری۔عدالت عالیہ نے مجرمانہ مقدمات میں بری ہونے کے زیادہ فیصد (یعنی 96.4%) کی طرف اشارہ کیا اور تفتیشی ایجنسیوں یعنی محکمہ پولیس کو اس قابل مذمت صورتحال کے لیے بہت حد تک "ذمہ دار" قرار دیا اور حکومت کے سکریٹری (داخلہ)اور ریاست کے وزیر داخلہ کو ہدایت دی کہ وہ اسے رپورٹ کریں کہ فیصلے میں کیے گئے مشاہدات پر حکومت کا کیا رد عمل تھا۔ناراض ہو کر ریاستی حکومت نے موجودہ اپیل دائر کی۔

اپیل کنندہ ریاست کی طرف سے یہ دعوی کیا گیا کہ مشاہدات، خاص طور پر مجموعی طور پر ریاست کے محکمہ پولیس کے خلاف کیے گئے توہین آمیز تبصرے فوری معاملے میں بالکل غیر ضروری تھے اور عدالت پاس اس طرح کے نتائج ریکارڈ کرنے کے لیے ریکارڈ پر کوئی مواد دستیاب نہیں تھا۔

اپیل کو نمٹاتے ہوئے، یہ عدالت

حکم ہوا کہ: 1.1. عدالت عالیہ نے مقدمے کے حدود سے باہر جا کر تبصرے کیے جو عدلیہ کی مشق کے تصورات کے مطابق نہیں ہیں۔ عدالت عالیہ نے ان موضوعات سے نمٹا جو مکمل طور پر غیر معمولی ہیں اور موجودہ کیس کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔ اس کی طرف سے کیے گئے مشاہدات کیس کے حقائق پر بالکل غیر ضروری ہیں۔[389 B]

1.2. عدالتی آداب کا تقاضا ہے کہ فیصلے اور احکامات ان مخصوص مقدمات میں شامل حقائق اور قانونی نکات کے مطابق ہوں جن سے جج نمٹتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، بعض اوقات جج، شاید جان بوجھ کر یا یہاں تک کہ نادانستہ طور پر، قانونی چارہ جوئی کی شکل سے بالکل باہر ہوں، لیکن یہاں تک کہ اس طرح کی تداخلات بھی ملکیت اور سکون کی حدود میں ہونی چاہیے۔ لیکن اس مقام میں اتنا دور تک چلنے کا کوئی توجیح نہیں تھا جیسا کہ اس مقام میں عدالت عالیہ نے اس مقدمے میں کیا یا وہ علاقے جو مقدمے کے مضمون سے بہتر نکلتے ہیں پر پورے کرنے کا۔ عدالت عالیہ کی طرف سے پیش کردہ مسائل پہلے ہی لاء کمیشن کی توجہ حاصل کر چکے ہیں۔ ایک سے زیادہ مواقع پر کمیشن نے پارلیمنٹ کے غور و فکر کے لیے اپنی رپورٹ پیش کی ہے۔ لیکن اس معاملے میں اعداد و شمار یا مواد یا شواہد کے بغیر، عدالت عالیہ کی طرف سے نشاندہی کی گئی تمام برائیوں کا الزام بڑی حد تک ریاست کی پولیس فورس پر ڈالنا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس کی منظوری دی جا سکے۔ محکموں کے حوصلہ شکنی سے ہماری افواج کی پہلے سے ہی خراب کارکردگی بری طرح ختم ہو جائے گی۔ فیصلہ کیس کے دائرہ کار تک محدود ہونا چاہیے۔[389 D-E]

ریاست اتر پردیش بنام محمد نعیم، اے آئی آر (1964) ایس سی 703=[1964]2 ایس سی آر 363؛ آر کے لکشمنن بنام اے کے سری نواسن و دیگر، [1976]1 ایس سی آر 204 اے آئی آر (1975) ایس سی 1741؛ نرنجن پٹنائک بنام ششی بھوشن کار و دیگر، [1986]2 ایس سی سی 569= اے آئی آر (1986) ایس سی 819 اور ایس کے وشومبرن بنام ای کویا کنجو و دیگراں، [1987]2 ایس سی سی 109= اے آئی آر (1987) ایس سی 1436، پر انحصار کیا۔

1.3. عدالت عالیہ کی ہدایت سے داخلہ سکریٹری اور وزیر داخلہ فیصلے میں کیے گئے مشاہدات پر کھل کر رد عمل ظاہر کرنے اور اس طرح کے رد عمل پر عدالت عالیہ کو رپورٹ کرنے پر مجبور ہیں۔ اس طرح کی سمت کچھ اور نہیں بلکہ بے کار پن کی مشق ہے۔ اس لیے ریاستی عوامی وکلاء کے ساتھ ساتھ داخلہ سکریٹری اور وزیر داخلہ کو جاری کردہ ہدایات کو خارج کر دیا جاتا ہے۔[387 B; 388 G; 390 F]

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 652، سال 2000۔

مجرمانہ اپیل نمبر 319، سال 1999 میں کرناٹکا عدالت عالیہ کے 18.6.99 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کے لیے این گنپتی۔

عدالت کا فیصلہ جسٹس تھامس کے ذریعے دیا گیا

تاخیر کی مذمت کی گئی۔

اجازت دی گئی۔

کرناٹکا کی عدالت عالیہ کے ڈویژن بینچ نے اپنے سامنے موجودہ مقدمے کے دائرہ کے باہر جاکر کچھ تبصرے کیے جو عدالتی مشق کے تصورات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس معاملے میں ایسا کیوں کیا یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ حکم کے مطابق جاری کردہ ہدایات پر عمل کرنے سے قاصر ریاست کرناٹکا نے خصوصی اجازت کے ذریعہ یہ اپیل دائر کی ہے۔اس اپیل کو نمٹانے کے لیے ہمیں واحد مدعا علیہ (کرناٹکا عدالت عالیہ کے رجسٹرار جنرل) کو نوٹس جاری کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ ان کے پاس اعتراض شدہ ہدایات کے بارے میں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا۔ لہذا ہم مدعا علیہ کو اس عدالت میں لائے بغیر معاملے کو نمٹانے کی تجویز کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا صورتحال کیسے پہنچی اس کا خلاصہ اس طرح کیا جاسکتا ہے:

سات افراد پر مختلف جرائم کے لیے سیشن عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، جن میں سب سے سنگین مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 307 کے تحت جرم تھا۔ مقدمے کی سماعت کے بعد سیشن جج نے تمام ملزموں کو بری کر دیا۔استغاثہ کے ذریعے جانچ کیے گئے چشم دید گواہوں کی گواہی پر سیشن جج نے یقین نہیں کیا۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے تحقیقات پر برہمی کا اظہار کیا، جیسا کہ بری ہونے والے بہت سے فیصلوں میں کیا جارہا ہے۔ سیشن عدالت فیصلے میں مجسٹریٹ کو FIR بھیجنے میں تاخیر کو بھی اجاگر کیا گیا۔

ریاست کرناٹکا نے بری کیے جانے کے مذکورہ حکم کے خلاف اپیل کرنے کی اجازت کے لیے درخواست دائر کی۔ عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ نے اجازت سے انکار کرتے ہوئے، مثالوں سے علیحدگی اختیار کی اور ریاستی عوامی وکیل کو اس طرح ایک غیر معمولی ہدایت جاری کی:

> "ہم SPP کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اس حکم کی ایک کاپی سیکرٹری برائے حکومت (داخلہ) اور قابل وزیر داخلہ کو بھی بھیجیں جو دونوں اس کی وصولی کو تسلیم کریں گے اور دو ماہ کی مدت کے اندر اس عدالت کو واپس رپورٹ کریں گے کہ اس عدالت عالیہ کے مشاہدات پر حکومت کا رد عمل کیا ہے۔"

ریاست کے داخلہ سکریٹری اور وزیر داخلہ اب فیصلے میں کیے گئے مشاہدات پر کھل کر رد عمل ظاہر کرنے اور اس طرح کے رد عمل پر عدالت عالیہ کو رپورٹ کرنے پر مجبور ہیں۔ڈویژن بنچ کی طرف سے بات کرنے والے جسٹس ایم ایف سلدھنا کے مشاہدات کو اخذ کرنا ضروری ہے۔مشاہدات کا پہلا پہلو درج ذیل ہے:

"اس عدالت کو بری کرنے کے احکامات کے خلاف دائر کی گئی بڑی تعداد میں اپیلوں سے نمٹنے کا موقع ملا ہے۔ایک کے بعد ایک کیس میں، یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر ناقص تحقیقات کے بعد استغاثہ کے طرز عمل میں دلچسپی کی کمی کی وجہ سے ہے جس کے نتیجے میں ملزم کو بری کر دیا گیا ہے۔ قتل کے واقعات بے رحمی کے ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں اور دوسرے مقدمات جن میں ہمیں خواتین کے خلاف مظالم سے متعلق بہت سنجیدگی سے نوٹ لینے کی ضرورت ہے جہاں مقدمات کی اطلاع شدہ تعداد میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ہمیں خوفناک واقعات کا ایک سلسلہ نظر آیا ہے جہاں نوجوان شادی شدہ خواتین کو ہراساں کیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور آگ لگا دی گئی، ایک اور سلسلہ جہاں لڑکیوں اور خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، جنسی زیادتی اور عصمت دری کی گئی۔ان تمام مقدمات میں بری ہونے کا سلسلہ جو 96.4 فیصد تک زیادہ ہے صرف اس وجہ سے کہ مطلوبہ ثبوت اور اس معیار کا ثبوت جس عدالت توقع کرتی ہے، سامنے نہیں آیا ہے۔ تفتیشی ایجنسیاں یعنی محکمہ پولیس اس قابل مذمت صورتحال کے لیے بہت حد تک ذمہ دار ہیں"

ریاست کے فاضل وکیل نے ان مشاہدات پر شدید مزاحمت کی، خاص طور پر مجموعی طور پر ریاست کے محکمہ پولیس کے خلاف کیے گئے توہین آمیز تبصرے اور دعوی کیا کہ وہ موجودہ معاملے میں بالکل غیر ضروری ہیں، اس کے علاوہ کسی بھی مواد سے غیر تعاون یافتہ ہیں۔انہوں نے پیش کیا کہ عدالت پاس اس طرح کے جامع نتائج تک پہنچنے کے لیے ریکارڈ پر کوئی مواد دستیاب نہیں ہے۔فاضل جج نے مزید مشاہدہ کرتے ہوئے کہا:

"جہاں تک مجرمانہ مقدمات کی تحقیقات کا تعلق ہے، وقت کی اہمیت ہے اور اس کے نتیجے میں، یہ بھی اتنا ہی اہم ہے کہ پولیس جس رفتار سے کام کرتی ہے اس کے علاوہ، تحقیقات کو اعلی درجے کی کارکردگی اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ انجام دیا جائے۔زیادہ تر تحقیقات میں ان تمام عوامل کا فقدان ہے۔کچھ سنگین طور پر غلط ہے اور ہم اسے اس حقیقت پر ڈالتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ہر طرح کے سیاسی تحفظات پر، بھرتی کے عمل کو ان افراد کی طاقت میں شامل کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جنہیں وہاں بالکل نہیں ہونا چاہیے تھا۔یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب ایسا ہوتا ہے تو کوئی بھی کارکردگی کی توقع نہیں کر سکتا۔جس طریقے سے بھرتیاں کی جاتی ہیں اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ غور طلب ہونے کے لیے بہت کچھ چھوڑتا ہے اور اگر امن وامان کی مشینری جس پر ٹیکس دہندگان کے

کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں، اپنے وجود کا جواز پیش کرنے کے لیے بالکل بھی ہے، تو حکومت کو مشاہدات کا سنجیدگی سے نوٹس لینا ہوگا اور صورت حال کو درست کرنا ہوگا۔"

فوجداری قانون انتظامیہ کے موجودہ نظام پر کچھ اور واضح تبصرے کرنے کے بعد بنچ نے مندرجہ ذیل بھی کہا:

"اسی طرح، ریاست میں فوجداری انصاف کے نظام کو متاثر کرنے والی بنیادی بیماری وہ خوشگوار انداز ہے جس میں عدالت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اہم گواہ دشمن ہیں جو اس کے ذمہ دار ہیں، عدالت لیے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے، جس لمحے سوال پوچھا جاتا ہے کہ فائدہ اٹھانے والا کون ہے۔ تفتیشی ایجنسی کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اہم گواہ موجود ہوں اور وہ اس قسم کا ثبوت پیش کریں جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔ معاملے کے اس پہلو پر بہت سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہوگی اگر ریاست موجودہ صورتحال کو درست کرنے کے بارے میں فکر مند ہے جو کہ تباہ کن تناسب اختیار کر رہی ہے۔"

ریاست کے فاضل وکیل کا یہ دعوی بالکل درست تھا کہ عدالت عالیہ کے فاضل ججوں کے لیے مجرمانہ انصاف کے انتظامیہ کے موجودہ نظام کے تیئں اپنی عمومی بے حسی کو ظاہر کرنے کا یہ موقع نہیں تھا۔ یہ ہدایت کہ وزیر داخلہ اور ریاست کے داخلہ سکریٹری فیصلے میں کیے گئے مشاہدات کے بارے میں اپنے رد عمل کے بارے میں عدالت عالیہ کو رپورٹ کریں، کچھ اور نہیں بلکہ ایک بے کارانہ مشق ہے، کیونکہ ان کا رد عمل خود ججوں کے اظہار کردہ خیالات سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ وہ کیسے مختلف ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ غیر معمولی بات ہے کہ نظام کو بہتر ہونا چاہیے۔ ججوں کی طرف سے پیش کردہ مسائل پہلے ہی لاء کمیشن کی توجہ حاصل کر چکے ہیں۔ ایک سے زیادہ مواقع پر کمیشن نے پارلیمنٹ کے غور و فکر کے لیے اپنی رپورٹ پیش کی ہے۔ لیکن اس معاملے میں اعداد و شمار یا مواد یا شواہد کے بغیر، فاضل ججوں کی طرف سے نشاندہی کی گئی تمام برائیوں کا الزام بڑی حد تک ریاست کی پولیس فورس پر ڈالنا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جو ہماری منظوری سے پورا ہو سکے۔

فاضل ججوں نے ان موضوعات کی طرف اشارہ کیا جو بدقسمتی سے اس کیس سے منسلک نہیں ہیں۔ وہ ہیں-(1) بے رحمی کے ساتھ کیے جانے والے قتل، (2) خواتین کے خلاف مظالم کے معاملات میں اضافہ، (3) نوجوان شادی شدہ خواتین کو ہراساں کرنا بشمول "دلہن جلانا"، (4) لڑکیوں اور نوجوان خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور عصمت دری۔ ہم پہلے ہی اس معاملے کے حقائق کا خلاصہ نکال چکے ہیں۔ جن شعبوں پر فاضل ججوں اپنی انگلیاں اٹھائیں ان میں سے کوئی بھی اس کیس کے حقائق کا احاطہ نہیں کرے گا۔ اس لیے فاضل جج ایسے مضامین سے نمٹتے ہیں جو مکمل طور پر غیر معمولی ہوتے ہیں اور اس معاملے کے دائرہ کار سے بہت باہر ہوتے ہیں گویا یہ کسی سیمینار میں مقالہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ وزیر داخلہ اور داخلہ سکریٹری کو ان مشاہدات پر رد عمل کیوں دینا چاہیے جو اس معاملے کے حقائق پر بالکل غیر ضروری ہیں۔

عدالتی رویہ یقینی طور پر سیمینار مباحثے کے لیے پیش کیے جانے والے مقالے سے مختلف ہے۔ نہ ہی اسے مقالہ کے برابر قرار دیا جا سکتا ہے۔ عدالتی ضابطے کے لیے ضروری ہے کہ فیصلے اور احکامات ان مخصوص مقدمات میں شامل حقائق اور قانونی نکات تک محدود ہوں جن سے جج نمٹتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، بعض اوقات جج، شاید جان بوجھ کر یا یہاں تک کہ نادانستہ طور پر، قانونی چارہ جوئی کی شکل سے بالکل باہر ہوں، لیکن یہاں تک کہ اس طرح کی تداخلات بھی ملکیت اور سکون کی حدود میں ہونی چاہیے۔ لیکن اس معاملے میں ہائی کورٹ کی طرح اس معاملے سے آگے بڑھنے یا ان علاقوں کا احاطہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے جو اس معاملے کے موضوع سے بالکل باہر ہیں۔ اگر ماتحت عدالتوں کو بھی قانون کے دائرہ کار سے باہر جا کر اس کی پیروی کرنے کی ترغیب دی جائے اور حوصلہ افزائی کی جائے تو اس کے نتائج بہت زیادہ ہوں گے۔ محکموں کے حوصلہ شکنی سے ہماری افواج کی پہلے سے ہی خراب کارکردگی بری طرح ختم ہو جائے گی۔ یہ ایک بار پھر خود کو یاد دلانے کا وقت ہے کہ فیصلہ کیس کے دائرہ کار تک محدود ہونا چاہیے۔

ریاست اتر پردیش بنام محمد نعیم، اے آئی آر (1964) ایس سی 703 = [1964] 2 ایس سی آر 363 میں، اس عدالت میں چار ججوں کے بنچ نے عدالت عالیہ کے ایک فاضل جج کے کچھ واضح تبصروں کے بارے میں ریاست کی شکایت سنی جو ایک پولیس افسر کے معاملے سے نمٹتے تھے۔ عدالت عالیہ کے جج نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ "(a) اگر مجھے یہ محسوس ہوتا کہ میں اپنی واحد کوششوں سے اس ناپاک معمار کو صاف کر سکتا ہوں، جو کہ پولیس فورس ہے، تو میں یہ جنگ اکیلے لڑنے سے نہیں ہچکچاتا۔ (b) کہ پورے ملک میں ایک بھی ایسا لاقانونیت پسند گروہ نہیں ہے جس کے جرائم کا ریکارڈ اس منظم یونٹ کے ریکارڈ کے قریب کہیں بھی آتا ہو جسے بھارتیہ پولیس فورس کہا جاتا ہے۔ (c) جہاں شاید چند مچھلیوں کو چھوڑ کر ہر مچھلی سے بدبو آتی ہے، وہاں ایک یا دو کو چن کر یہ کہنا کہ اس سے بدبو آتی ہے، بے کار ہے۔

ایس کے داس، جسٹس (جیسا کہ وہ اس وقت تھے) نے چار ججوں کی بنچ کی طرف سے بات کرتے ہوئے ان متنازعہ مشاہدات کی مکمل ناپسندیدگی پر زور دیا اور اس طرح یاد دلایا:

> "یہ شاذ و نادر نہیں ہے کہ وسیع پیمانے پر عامیاں اسی مقصد کو شکست دیتی ہیں جس کے لیے وہ بنائی گئی ہیں۔ عدالت طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایسے افراد یا افراد کے خلاف توہین آمیز تبصرے کرنے کے معاملے میں جن کا طرز عمل ان کے ذریعے طے کیے جانے والے مقدمات میں عدالت عالیان کے سامنے زیر غور آتا ہے، اس بات پر غور کرنا مناسب ہے کہ (a) آیا وہ فریق جس کا طرز عمل زیر بحث ہے، عدالت کے سامنے ہے یا اسے وضاحت کرنے یا اپنا دفاع کرنے کا موقع ہے؛ (b) کیا تبصرے کو جواز پیش کرنے والے اس طرز عمل سے متعلق ریکارڈ پر ثبوت موجود ہے؛ اور (c) کیا اس معاملے کے فیصلے کے لیے، اس کے لازمی حصے کے طور پر، اس طرز عمل پر حرکت پذیری کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی

تسلیم کیا گیا ہے کہ عدالتی فیصلے عدالتی نوعیت کے ہونے چاہئیں، اور عام طور پر تحمل، اعتدال پسندی اور تحفظ سے الگ نہیں ہونے چاہئیں۔"

اس کے بعد گزرے 36 سالوں کے دوران اس عدالت نے مختلف مواقع پر ان الفاظ کا اعادہ کیا ہے۔

آر کے لکشمنن بنام اے کے سری نواسن و دیگر، [1976] 1 ایس سی آر 204 = اے آئی آر (1975) ایس سی 1741، نرنجن پٹنائک بنام ششی بھوشن کار و دیگر، [1986] 2 ایس سی سی 569 = اے آئی آر (1986) ایس سی 819، ایس کے وشومبرن بنام ای کویا کنجو و دیگران، [1987] 2 ایس سی سی 109 اے آئی آر (1987) ایس سی 1436۔

یہ بہت مناسب ہوتا اگر ڈویژن بنچ کے فاضل جج جنہوں نے متنازعہ حکم دیا تھا وہ خود کو تین دہائیوں سے زیادہ پہلے عدالت عظمی کے زیر انتظام مذکورہ بالا احتیاط کی یاد دلاتے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ہمیں اعتراض شدہ حکم میں مداخلت کرنی پڑتی ہے۔ ہم ریاستی عوامی وکیل کے ساتھ ساتھ ریاست کے وزیر داخلہ اور سکریٹری داخلہ کو جاری کردہ ہدایات کو ایک طرف رکھتے ہیں۔

اپیل کو اسی کے مطابق نمٹا دیا جاتا ہے۔

اپیل نمٹا دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.07.15 13:18
I am the author of this document